digest novels lovers group@Nadia Majid

تمرا بر گریزاں ہو

ام مریم

ایئرپورٹ سے ٹیکسی کے ذریعے طویل سفر طے کر کے وہ بالآخر گاؤں پہنچ گئی تھی۔ استقبال بھی بہت اچھا ہوا تھا مگر پھر بھی جیسے کوئی کمی سی تھی۔ سب کچھ وہی تھا جو آج سے تین سال پہلے تھا۔ گاؤں کے کچے مکانوں سے سرِشام اٹھتا ہوا دھواں، گلیوں میں ننگ دھڑنگ کھیلتے بچے، دور سے آتی پن چکی کی آوازیں..... گھر بھی وہی تھا۔ نیم پختہ، جس کا بڑا سا آنگن تھا اور آنگن کے عین وسط میں سر نیہوڑائے کھڑے امرود اور جامن کے درخت۔ یہ سردی کا موسم تھا۔ درخت کے نیچے کچی زمین پہ خشک زرد پتوں کا ڈھیر جمع تھا جو آنگن میں پھیل گئے تھے اور پیروں تلے آ کر چرمراتے تو ایک بہت یاسیت آمیز صدا ابھرتی تھی۔ کبھی امن کو خشک پتوں کے چرمرانے کی آواز بہت بھلی محسوس ہوا کرتی تھی۔ اسے یاد تھا وہ جان بوجھ کر خشک پتوں کو مسل کر چلا کرتی۔ اس بار اس کی خاموشی اور اداسی کو سب نے محسوس کیا مگر وجہ کسی نے نہیں پوچھی۔ وہ سب تو شاید ابھی اس کی واپسی پہ ہونے والی حیرانی کے حصار سے ہی نہ نکل سکے تھے۔

❁.....❁.....❁

شام کے رنگ دھرتی پہ اتر آئے تھے۔ ڈھلتے سورج کی نارنجی کرنیں دور مسجد کے میناروں کو دہکا رہی تھیں۔ فضا میں موجود خنکی کچھ اور گہری ہوئی تو اس نے اپنے گرد لپٹی شال کو سختی سے اپنے گرد لپیٹا اور ہوا کے دوش پر اڑتے خشک پتوں کو خالی نظروں سے تکنے لگی۔

"امن پتر..... اندر آ جا ٹھنڈ بڑھ رہی ہے۔ بیمار نہ پڑ جانا۔" ممانی جان کی آواز پہ وہ قدرے چونک کر سوچوں کے بھنور سے ابھری اور ایک گہرا سانس بھر کے اندر کی سمت بڑھ گی۔ بھابی چھوٹے کو سلا کر سرمد کو کھانا کھلا رہی تھیں۔ اسے دیکھا تو آہستگی سے مسکرا دیں۔

"آؤ بیٹھو۔" وہ جواباً بے دلی سے مسکرائی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"یہاں آ جاؤ امن لحاف میں..... وہاں تو بہت سردی ہے۔" بھابی نے اس کے لیے اپنے برابر جگہ بناتے ہوئے موسم پر بھی تبصرہ کیا۔ وہ جو انگیٹھی میں دہکتے کوئلوں پہ نگاہ جمائے ایک بار پھر ماحول سے کٹ چکی تھی ان کی بات سمجھے بغیر سر ہلا دیا۔

"ثانیہ کو تمہارے آنے کا بتایا تھا رات تمہارے بھائی نے فون کر کے۔ بیچاری تم سے ملنے کو بے تاب ہو گئی مگر اس کا بھی چھوٹا بیمار ہے۔ تمہارا دل تو نہیں لگ رہا ہو گا؟ پچھلی بار والی رونق اب کہاں؟ سارے پنچھی تو گویا اڑ گئے۔" بھابی کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا اداسی کا رنگ تھا۔ اس کا دل جانے کیوں گھبرا سا گیا۔ جی چاہا ان سے شاہ میر کے متعلق سوال کرے۔ ساجد اور عبدالرافع سب کہاں گئے؟ مگر وہ حوصلہ نا پید رہا تو یوں ہی ہونٹ کچلتی رہی۔ آنکھوں کی سطح غیر محسوس انداز میں گیلی ہوئی چلی جا رہی تھی۔

❁.....❁.....❁

اس سردی کی باعث اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ صبح سے بخار تھا اور وہ دو لحاف اوڑھ کر بھی کپکپا رہی تھی۔ احمد بھائی صبح سے دو مرتبہ ڈاکٹر کو گھر لا چکے تھے۔ دوا پرہیز کے باوجود اس کی طبیعت نہیں سنبھلی تو ماموں ممانی کے ساتھ بھابی بھی گھبرا گئیں۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق رات بھر اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی گئیں تب جا کر اس کا بخار کچھ کم ہوا تھا۔ اگلی صبح اس کی طبیعت تو سنبھل گئی مگر نقاہت موجود تھی۔ اب بھی بھابی دودھ دلیہ اسے کھانے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ثانیہ بھی اس کی بیماری کا سن کر بھاگی آئی تھی۔

"ارے کیا ہو گیا امن؟ آتے ہی بیمار کیوں پڑ گئیں۔" اسے گلے لگا کر ثانیہ نے فکرمندی سے پوچھا تو امن بے دلی سے مسکرا دی۔ اس بات کا جواب بھی کیا

digest novels lovers group

دیتی۔

"پہلے سے زیادہ پیاری مگر کمزور ہوگئی ہو۔" ثانیہ نے اس کا بھرپور جائزہ لے کر رائے پیش کی تو ممانی نے بھرپور شفقت سے اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

"اس بیماری نے تو میری بچی کا اتنا سا منہ نکال دیا۔ اب خوراک پر توجہ دوں گی خود تب کمزوری ختم ہوگی۔"

ثانیہ ان کی بات پر ہنسنے لگی اور پھر شرارت سے بولی۔

"یہ دودھ، گھی بالائی کھلا کر آپ نے محترمہ کے فگر کا کباڑا نکالنا ہے جو ڈائٹ کر کے بنایا گیا ہے؟"

"اونہہ..... میری بچی ویسے ہی اتنی پیاری ہے۔ اسے کیا ضرورت ان ڈائٹوں کی۔" ممانی نے ناک چڑھا کر کہا تو ثانیہ کی ہنسی کھلکھلاہٹ میں بدل گئی۔

"لگتا ہے آپ بھی انہیں اپنے بیٹے کی نظر سے دیکھنے لگیں ہیں اماں۔" ثانیہ کے انداز میں بھرپور شوخی تھی۔

امن کے چہرے کی رنگت یک دم بدل گئی تھی۔

"السلام علیکم! سنا ہے بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے ہیں؟" تبھی شاہ میر ہنستا ہوا اندر چلا آیا۔ ساتھ میں ساجد بھی تھا۔ اسے دیکھ کر امن چہکنے کے سے انداز میں مسکرا دی۔

"کیسی ہو ڈیئر کزن؟ آ گئی ہماری یاد۔" وہ اس کے سر پر چپت لگا کر بولا۔

"اچھی ہوں....." اس نے جواباً خوش مزاجی کا مظاہرہ کرنا چاہا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ لہجے اور آنکھوں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کی نگاہیں تو بے تابی سے کسی اور کی متلاشی تھیں جسے ان کے ساتھ ہونا چاہیے تھا مگر وہ نہیں تھا۔

"اماں نے فون کر کے تمہارا بتایا تھا۔ ہمیں تو بھاگم بھاگ نکلنا پڑا، چھٹی کا انتظار کیے بنا۔" ساجد اس کے چہرے پر نگاہ جما کر مسکراتا ہوا بولا تو امن نے گہرا سانس بھر کے سر جھکا لیا اور شاکی ہو کر بولی۔

"چلو اچھا ہوا' ممانی کے کہنے پر ہی آئے ورنہ تو شاید میری آمد کی اطلاع پا کر بھی نہ آتے۔" اس کی بات پر

ساجد نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔
"ایسا سمجھتی ہو ہمیں؟" اسے لگا جیسے اس نے کہا ہو "اپنے جیسا سمجھتی ہو ہمیں" وہ جواب میں کچھ نہ کہہ سکی۔ ہونٹ بھینچ لیے۔
"عبدالرافع نہیں آیا تم لوگوں کے ساتھ؟" ممانی کے سوال پر امن کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔ ساعتیں بے تابی سے جواب کی منتظر ہوئیں۔ اسے لگا جیسے اس کی آنکھوں میں زندگی کے احساس نے سانس بھری ہو اس ایک نام پر۔
"نہیں، بہت مصروف ہیں ڈاکٹر صاحب، کہہ رہے تھے چھٹی سے پہلے نہیں آسکتے۔" ساجد نے آہستگی سے کہا تو اس کا دھڑکتا شور مچاتا دل ایک دم ساکن ہوگیا تھا۔ وہ یوں آنکھیں موند گئی جیسے بہت تھک گئی ہو۔

❁.....❁.....❁

ثانیہ اپنے دونوں بچے ممانی اور بھابی کے سپرد کر کے خود اس کے لیے پھر سے وہی لاابالی، زندہ دل اور شریر سی ثانی بن گئی جسے تین سال پہلے اس نے دیکھا تھا۔ ساجد اور شاہ میر تو تھے ہی شوخ و شنگ..... یوں پھر سے وہی شور شرابا شروع ہوگیا تھا۔ راتوں کی لمبی لمبی محفلیں اور گاؤں کے سیر سپاٹے۔
"سب کچھ جوں کا توں ہے، کچھ بھی تو نہیں بدلا۔" جب وہ بیت بازی کے مقابلے کے بعد چائے سے محظوظ ہو رہے تھے، امن کے منہ سے پھسل گیا اور جواب میں ثانیہ زور سے ہنس دی اور پھر اسے بھرپور نظروں سے دیکھ کر بولی۔
"اور تم بالکل بدل گئی ہو۔" اس کو بھلا کہاں توقع تھی اس جواب کی، بے ساختہ گڑبڑا کر نظریں چرالیں۔
"ایک بات پوچھوں، بالکل سچ بتاؤ گی؟" اس نے اچانک سرگوشی کی اور امن کی سوالیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھیں۔ "تمہاری واپسی کی وجہ عبدالرافع ہے ناں کیونکہ تمہیں اس سے محبت ہوگئی ہے۔" اور امن اتنی ہراساں ہوئی کہ فق چہرے سمیت اسے تکتی رہی جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ ثانیہ آہستگی سے مسکرادی۔
"ڈر کیوں گئی ہو پگلی، یہ کوئی جرم تھوڑی ہے۔" ثانیہ نے پھر سرگوشی کی اور امن کی ساکن آنکھیں یکا یک پانیوں سے بھر گئیں۔ پتا نہیں یہ آنسو تاسف و ملال کے تھے یا بھید کھل جانے کے..... وہ سمجھ نہ پائی البتہ رنجیدہ ضرور ہوئی جبھی سرد آہ کھینچ کر بولی۔
"صرف تم ہی نہیں بدلیں کملی لڑکی، وہ بھی بہت بدل گیا ہے میرا ویر، وہ تو وہ رہا ہی نہیں جو پہلے کبھی تھا۔" امن نے چونک کر نافہم نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔ ثانیہ نے اس کی نگاہوں کے بے چین سوال کو پڑھا اور نظریں چرا لیں۔ وہ جانتی تھی اس کا جواب اسے مزید زود رنج کردے گا۔ وہ ایسا ہی تو نہیں چاہتی تھی۔

❁.....❁.....❁

اس کا انتظار کرتے کرتے جب امن کی آنکھیں تھکنے لگی تھیں تب وہ اچانک بنا اطلاع کے چلا آیا تھا۔ اس روز بہت دنوں کے بعد سورج نے دھرتی کو اپنی جھلک دکھلائی تھی۔ مرجھائی ہوئی سی سنہری دھوپ دیواروں سے اتر کر آہستگی کے ساتھ آنگن میں پھیل گئی تھی تب بھابی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور چارپائیاں بچھا دیں۔ ممانی، بھابی اور ثانیہ کے ساتھ وہ بھی وہیں سب کے ساتھ دھوپ سینکنے بیٹھی تھی جب بھابی کے دونوں بچے آگے پیچھے بھاگتے ہوئے اندر آئے۔
"بڑی امی، بڑی امی، چاچو آگئے۔" وہ پھر بھی نہیں چونکی کہ ذہن میں شاہ میر یا ساجد کا خیال تھا مگر جب وہ کاندھے پر بیگ ڈالے ڈیوڑھی عبور کر کے آنگن میں کھڑا ہوا تب سب سے پہلی نگاہ اسی کی اٹھی تھی۔ ہلکے سرمئی کھدر کے شلوار سوٹ میں اس کا نمایاں ہوتا لمبا قد اس لباس میں بے حد جچ رہا تھا۔ چہرہ اور جسم پہلے کی نسبت بھر گئے تھے جبھی دلکشی کا تاثر بھی مزید بڑھ گیا تھا۔ تازہ شیو کی نیلاہٹیں اسے تازہ دم ظاہر کر رہی تھیں۔ وہ اسے یک ٹک دیکھتی رہی تھی۔ کتنے برسوں کی پیاس تھی، آنکھیں اس کے چہرے سے ہٹتی ہی نہ تھیں۔ دیکھا تو اس نے بھی تھا

مگر ایک سرسری نگاہ سے، یہ تھا اس کے اضطراب و بے چینی اور سب کچھ اس کی خاطر پیچھے چھوڑ آنے کا حاصل..... اس کا جی چاہا اس بے حسی اور بے نیازی کے مظاہرے پر چیخ کر رو پڑے مگر ضبط کیے بیٹھی رہی۔ وہ ماں بہنوں سے مل رہا تھا۔ کتنا لاتعلق اور بے نیاز ہو گیا تھا اس سے اور کبھی وہ وقت تھا جب وہ اس کے منہ سے محض یہ سن کر کہ اسے مونچھوں والے مرد پسند نہیں، وہ اسی شام جا کے کلین شیو کرا آیا تھا پھر تنہائی ملتے ہی اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتے ہوئے کیسا چہک کر بولا تھا۔

"اے..... اب دیکھ کر بتاؤ مونچھوں کے بغیر میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟" وہ پہلے حیران ہوئی پھر کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تم نے کہا تھا تمہیں کلین شیو مرد پسند ہیں۔"

"مگر یہ بات لازمی تو نہیں کہ تمہارے لیے ہی کہی ہو؟"

"یعنی میں تمہیں مونچھوں میں بھی اچھا لگتا ہوں؟" اس کی خوش گمانی کا کوئی انت نہیں تھا۔ اسے ہنسی آ گئی تھی۔

"ہرگز نہیں۔ مونچھوں میں تو میرے ڈیڈ بھی ہوں تو مجھے اچھے نہ لگیں۔"

"دیکھو، جبھی میں نے مونچھیں کٹوا دیں تاکہ تمہیں اچھا لگوں۔"

"تم ایسا کیوں چاہتے ہو؟" وہ اسے گھورنے لگی تھی۔

"یہ مت پوچھو، یہ تو راز کی بات ہے۔" جواباً وہ شرمانے کی اداکاری کرنے لگا اور وہ جرح ضرور کرتی مگر ثانیہ کے آنے سے بات پلٹ گئی تھی۔

"عبدالرافع..... امن بھی تو آئی ہوئی ہے۔ کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟" ممانی کی آواز اسے ماضی سے حال میں کھینچ لائی۔ اس نے دیکھا وہ جو اسے شاید نظر انداز کر کے اندر جانا چاہتا تھا ایک دم رک گیا۔ اس کے وجیہہ چہرے پر تلخ سی مسکان بکھر گئی۔

"نہیں اماں..... میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے۔ اتنی آسانی سے انہیں کون بھول سکتا ہے۔ کیوں بھئی امن؟" اس کا لہجہ طنزیہ ہونا کاٹ دار البتہ اتنا سرد تھا کہ امن اس کی ٹھنڈک اپنے وجود میں اترتی محسوس کرنے لگی۔ "کیسی ہیں اب آپ؟" اس کی خاموشی پر وہ طنزاً مسکرایا اور ایک نیا سوال داغ دیا گویا اماں کی وجہ سے اس سے بات کر کے فرض ادا کر رہا ہو۔ امن کا دل بھر سا آیا۔ اس کی وجہ سے آئی تھی وہ اتنی دور سے۔

"ر۔ بو تم نے کیا اس کے ساتھ.....؟" اندر سے بہت شدید ملامت اٹھی تھی۔ وہ بے اختیار ہونٹ کچلنے لگی۔ اس کا خیال تھا وہ اس سے خفا ہوگا، بہت زیادہ خفا، اسے مناتی وہ ہار جائے گی مگر اس کی اس بے اعتنائی نے جتلا دیا تھا کہ اس نے امن کو کسی قابل ہی نہیں سمجھا تھا۔ جب تک وہ خود کو سمیٹ کر جواب دینے کے قابل ہو پاتی، عبدالرافع پلٹ کر اندر جا چکا تھا۔

❁.....❁.....❁

فضا کو ایک بار پھر دبیز دھند نے اپنی لپیٹ میں لیا اور سردی کی شدت میں ایک دم اضافہ ہو گیا تھا۔ اس دن وہ دس بجے سے پہلے بستر سے نہیں نکل سکی۔ جب آنکھ کھلی تب بھی بے مقصد بستر میں گھسی رہی۔ صحن اور کچن سے ابھرتی مختلف آوازوں میں عبدالرافع کی آواز شامل نہیں تھی پھر بھی وہ اس کے سامنے آنے سے گریزاں رہی تھی۔ ممانی اپنے بستر پہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے اونگھ رہی تھیں۔ ان کے بستر کے پاس نیچے فرش پر کوئلوں کی انگیٹھی رکھی تھی۔ میز اور سرخ چٹائی پر مونگ پھلی، چلغوزے اور اخروٹ کے چھلکے بکھرے ہوئے تھے، رات یہاں دیر تک سب کی محفل جمی تھی مگر عبدالرافع شامل نہیں ہوا تھا۔ وہ تھکان کا بہانہ کر کے سونے چلا گیا تھا اور امن کی ساری دلچسپی اسی کے ساتھ تھی۔ اس نے یونہی بستر میں لیٹے لیٹے عبدالرافع کی آواز سنی جو بھابی کو دروازہ بند کرنے کو پکار رہا تھا یقیناً کہیں جا رہا تھا۔ اس کے حوالے سے یاد کرنے کو بہت کچھ تھا اور آنسو بہانے کو اس سے بھی

زیادہ..... سو اس وقت بھی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں۔

"امن، آمنہ، اٹھی نہیں ابھی؟ کیا بات ہے، نیند پوری نہیں ہوئی یا طبیعت خراب ہے؟" ثانیہ بولتی ہوئی کمرے میں آئی تو اس نے بوکھلا کر سرعت سے بھیگتی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بس سردی کی وجہ سے اٹھنے کو جی نہیں چاہا۔" کسلمندی سے کہتی وہ اپنے ریشمی بال سمیٹ کر جوڑے کی شکل میں لپیٹنے لگی تو کٹے ہوئے بالوں کی لٹیں گالوں اور گردن سے اٹھکیلیاں کرنے لگیں۔ ثانیہ کی نگاہ اٹھی اور ٹھٹک گئی۔ کتنی ملاحت بکھری تھی اس کے چہرے پر اور بالوں کی موٹی موٹی لٹیں اس کی دلکشی میں کتنا اضافہ کر گئی تھیں۔ وہ بمشکل اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹا سکی تھی۔

"تمہارے لیے پانی گرم کر دیا ہے۔ آ کر منہ دھو لو اور ناشتا کر لو۔" ثانیہ کے کہنے پر وہ اس تکلیف دہ احساس کو جھٹکتی، سرہانے پڑی اپنی شال اٹھا کر اوڑھنے لگی اور جس پل وہ تولیے سے منہ پونچھتی کچن کی سمت آئی تھی، اسی لمحے اپنے دھیان میں مگن عبدالرافع بھی اندر سے نکلا تھا۔ ایک لمحے کو دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں، اگلے لمحے عبدالرافع نگاہوں کا زاویہ بدل گیا تھا۔ اس کے دل سے جیسے ہوک سی اٹھی تھی۔ وہ اس کے اس تکلیف دہ رویے کی وجہ سے ہی تو چھپتی پھر رہی تھی اور اپنے تئیں اس کی گھر سے غیر موجودگی کا یقین کر کے ہی باہر نکلی تھی مگر..... اسے ایک دم اپنا واپس پلٹ آنے کا عمل احمقانہ محسوس ہونے لگا تھا۔

❁.....❁.....❁

اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کھڑکی کے پار فضا میں راج کرتا کہر موسم کی شدت کا پتا دیتا تھا۔ کمرے میں دہکتی انگیٹھی کی حدت کمرے کی فضا میں اپنا اثر دکھانے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھی۔ زیرو پاور کے نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں اس کا بے شکن بستر گواہ تھا کہ اس کے وجود نے آج اسے قبولیت کی سند نہیں بخشی تھی۔ آج ہمیشہ کی طرح اسے سردی بے چین کر رہی تھی۔ دل میں جیسے آگ دہک اٹھی تھی جو عبدالرافع کے رویے سے بھڑک کر الاؤ کا روپ دھار گئی تھی۔ اس کے اندر یخ بستہ راتوں کی سائیں سائیں کی گونج تھی اور ذہن کے اوراق پر جیسے ماضی کی گرد اڑنے لگی تھی۔ زیادہ پرانی بات تو نہیں تھی جب وہ ماما کے ساتھ پہلی بار پاکستان آئی تھی۔ لاہور ایئرپورٹ پر ماموں شاہ میر کے ساتھ ان کے منتظر تھے۔ وہاں سے وہ لوگ ٹیکسی کے ذریعے تین گھنٹوں میں گاؤں پہنچے تھے۔ سرسبز کھیتوں اور باغات کا سلسلہ شروع ہوا تو شاہ میر جو اپنی فطری بے تکلفی کے باعث اس سے جلد ہی گھل مل گیا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا خیال ہے کزن ہمارے باغات دیکھنے چلو گی؟"

"کیوں نہیں۔" اس نے بھی جواباً اشتیاق ظاہر کیا تو شاہ میر نے اسی وقت ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی رکوا دی تھی۔

"بچی تھکی ہوئی ہے پتر شام کو لے آنا باغات کی سیر کو۔" ماموں کی مداخلت پر آمنہ نے مسکرا کر نفی کر دی تھی۔

"نہیں ماموں، کوئی بات نہیں۔ میں خود بھی باغ دیکھنا چاہتی ہوں۔" اس نے مچل کر کہا اور مزید ان کی کچھ بھی سنے بغیر اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر گاڑی کے کھلے دروازے سے اتر گئی تھی۔ دسمبر کی یہ ایک سنہری سہ پہر تھی۔ اونچے اونچے سفیدے کے درختوں سے گھری سڑک پر چلتے اس نے اطراف میں پھیلے کھیتوں اور باغات کے سلسلے کو دیکھا تھا۔

"دھیان سے چلنا کزن، آپ ان راستوں کی عادی نہیں ہیں۔" ہموار پختہ سڑک کو چھوڑ کر اونچی نیچی پگڈنڈی پر اترتے ہوئے شاہ میر کے ساتھ اس ایڈونچر سے محظوظ ہو رہی تھی جب شاہ میر اس سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ ہنس دی تھی۔ شاہ میر نے اسے امرود اور کینو توڑ کر دیے پھر اس کے ہمراہ باغات سے نکل کر کھیتوں کی جانب چل دیا۔ بہت وسیع قطعہ زمین کے سامنے جا کر وہ رک گیا تھا۔

"عبدالرافع..... عبدالرافع۔" ہموار میدان میں ٹریکٹر پر بیٹھے لڑکے کو مخاطب کر کے شاہ میر زور سے چیخا تو

امن نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کون ہے یہ؟" ٹریکٹر چلانے والے نے پلٹ کر دیکھا تھا پھر ٹریکٹر روکا اور سیٹ سے کود کر بھاگتا ہوا ان کی سمت آنے لگا تھا۔

"یہ عبدالرافع ہے۔ میرا جڑواں بھائی۔ دیکھتے ہیں آپ کو پہچانتا ہے کہ نہیں؟" پھر اس کے قریب آنے پر شاہ میر نے کہا تھا۔ "پہچانو ذرا، کون ہے یہ؟" شاہ میر کے انداز میں شرارت کا رنگ تھا۔ وہ جانے کیوں جھینپ سا گیا تھا۔

"سعدیہ پھوپو کی بیٹی ہیں آمنہ۔"

"بس صرف سعدیہ پھوپو کی بیٹی؟" شاہ میر نے آنکھیں پھیلائیں اور عبدالرافع کے چہرے کا سرخ رنگ بڑھنے لگا تھا۔

"اور ہماری کزن بھی۔" وہ شرمیلی سی مسکان سے مزید گویا ہوا تو شاہ میر نے ہنستے ہوئے اسے ایک دھپ لگائی۔

"کزن کے ساتھ تمہارا تو ایک اضافی رشتہ بھی ہے۔ یاد ہے یا بھول گئے؟" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ آمنہ الجھ گئی۔

"اور کون سا اضافی رشتہ؟" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا عبدالرافع نے اسے گھور کر خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور بات کا رخ بدل دیا تھا۔

"آپ نے ہمارے باغات دیکھے؟"

"اب صرف ہمارے کہاں، ان کے بھی تو ہوئے....." شاہ میر نے لقمہ دیا تو عبدالرافع نے اسے گھورا۔

"آپ کھیتوں میں کام کرتے ہیں؟" آمنہ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ دبلا پتلا سا تاڑ جیسے قد والا نوجوان، جس کی نوک دار مونچھیں آمنہ کی ہنسی کا باعث بن رہی تھیں۔

"ہوں..... ہوگئی سیر یا ابھی رہتی ہے؟" عبدالرافع نے آمنہ کو مختصر جواب دے کر سوالیہ نگاہیں شاہ میر پر جمائیں۔

"پوچھ لو، اگر ان کا اور گھومنے پھرنے کا موڈ ہو تو تم گھما لو ذرا، ویسے بھی آئندہ یہ تمہاری ڈیوٹی ہوگی۔" شاہ میر پھر شرارت پر اترا، آمنہ کا دھیان اس سمت نہیں تھا ورنہ لازمی چونکتی۔

"آمنہ..... گھر چلیں یا ابھی کچھ اور بھی دیکھنا ہے؟" شاہ میر نے عبدالرافع کی متوقع خفگی کے پیش نظر سنجیدگی اختیار کی تھی۔ وہ جو اپنا سیل فون نکال کر میسج چیک کر رہی تھی چونکی۔

"نہیں..... فی الحال چلتے ہیں۔" عبدالرافع شاہ میر کو اسے ساتھ لے جانے کا اشارہ کرتا پھر سے ٹریکٹر کی جانب بڑھ گیا تو شاہ میر نے بھی کاندھے اچکا دیے تھے۔

❁.....❁.....❁

اسے امن بے حد اچھی لگی تھی حالانکہ جب پہلی بار اس نے اماں بابا کے منہ سے سنا تھا کہ سعدیہ پھوپو کی اکلوتی بیٹی بچپن سے اس سے منسوب ہے تو وہ کچھ خائف سا ہو گیا تھا۔ ماحول کا اتنا تضاد تھا کہ شاید ہی وہ اس رشتے پر آمادگی ظاہر کر پاتی اور وہ رد ہونے کے خیال سے ہی ہراساں تھا۔ اپنی انا اسے ہمیشہ سے بہت عزیز رہی تھی اور اسے کوئی ٹھیس پہنچائے' یہ اسے ہرگز گوارا نہیں تھا۔ ان لوگوں کی آمد کے ساتھ بجائے دل میں کوئی اچھا احساس پیدا ہونے کے وہ امن کے ردعمل کو سوچ کر مضطرب ہوتا رہا اور منصوبے بناتا رہا تھا۔

"میں ہرگز اس پر اپنے احساسات واضح نہیں کروں گا۔ اس کا انداز دیکھوں گا پہلے، اگر اس نے مجھے ناپسند کیا تو اس سے پہلے کہ وہ مجھے رد کرے، میں خود اس کے لیے انکار کر دوں گا۔" کتنے منصوبے بنائے تھے اس نے جو امن کو دیکھتے ہی پانی پر بلبلے کی طرح مٹ گئے تھے۔ وہ اتنی حسین، اتنی دلکش تھی کہ عبدالرافع کو لگا تھا کہ وہ جو بچپن سے اس کے نام کر دی گئی تھی شاید اتنی آسانی سے اس سے دست بردار نہ ہو سکے گا۔ شاید اس صورت بھی نہیں کہ امن اسے پسند نہ کرے۔ وہ اپنی تصویروں سے کئی گنا بڑھ کر

دلکشی، خوب صورتی اور معصومیت کا مرقع تھی۔ اسے اب بھی سعدیہ پھوپو کی آمد کی اطلاع پر اماں اور بابا کی گفتگو یاد تھی جو اس نے چھپ چھپا کر سنی تھی۔

"مجھے نہیں لگتا سعدیہ بچپن کی ٹھہرائی اس نسبت کو بھولی ہوگی۔ اسے یاد تو ہوگا کہ پہلے بچے پر ننھیال کا حق ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہم نے ننھی امن کی کلائی میں سونے کا کنگن ڈال کر شگن کردیا تھا۔" بابا کے کہنے پہ جانے کیوں اس کا دل ڈول سا گیا تھا۔ کیا ضروری تھا کہ ان کی طرح سعدیہ پھوپو نے بھی یہ بات دل میں رکھی ہو؟

"ہاں ہاں بھلا یہ کوئی بھولنے والی بات ہے عبدالقادر بلکہ اب آجائے سعدیہ بہن تو آپ بات کرنا شادی کی۔" اماں نے بابا کی ہاں میں ہاں ملائی تھی اور ساتھ ہی انہیں ایک نئی صلاح دے دی تھی۔ وہ کچھ متفکر، کچھ مسرور سا یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ جب ہلکا سا دھکا لگنے پر بے ساختہ لڑکھڑا گیا تھا۔

"ہوں..... تو گویا چوری چھپے باتیں سنی جا رہی ہیں؟" شاہ میر آنکھیں نچا کر بولا اور جواباً وہ جھینپ سا گیا تھا پھر مسکراہٹ ضبط کر کے بولا۔

"تم نے سنا شاہو..... پھوپو سعدیہ کی بیٹی امن....."

"ہاں سن لیا مگر اس میں خوش ہونے والی کون سی بات ہے؟ پہلے لڑکی کو دیکھ تو لو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے' کالی کلوٹی ہو۔" وہ اسے چھیڑنے کی غرض سے بولا تو عبدالرافع ہنس پڑا تھا۔

"نہیں یار..... وہ بہت خوب صورت ہے۔ دیکھی نہیں ہیں اس کی تصویریں جو پھوپو نے پچھلے سال بھیجی تھیں؟"

"اوئے ہوئے آپ نے اتنے دھیان سے دیکھی تھیں، مجھے اندازہ نہیں ہو پایا؟" شاہ میر نے اسے چھیڑا تھا پھر تو جیسے اس کے ہاتھ ایک کھیل لگ گیا تھا۔ عبدالرافع کبھی چڑتا کبھی ہنس پڑتا مگر ائیر پورٹ بابا کے ساتھ وہ دانستہ نہیں گیا تھا۔ پتا نہیں کون سا خوف اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔ البتہ اس نے اپنا بہترین سوٹ نکال کر استری کر کے ضرور رکھ دیا تھا۔ ارادہ تھا ان لوگوں کے آنے سے قبل اچھی طرح سے تیار ہوگا مگر شاہو بدتمیز نے سارا پروگرام امن کو کھیتوں میں لا کر چوپٹ کردیا تھا۔

❁.....❁.....❁

تیرے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی نظارے ہم کیا دیکھیں
تجھے مل کے بھی پیاس نہیں بجھتی نظارے ہم کیا دیکھیں

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ سب لوگ اکٹھے تھے اور جسے جو کچھ یاد تھا' سنا کر اس محفل میں رنگ بھرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔ عبدالرافع دیر سے آیا تھا اور جب سے آیا تھا بلیک جینز پر بہت اسٹائلش سا ہلکا سرمئی کوٹ جس کے بڑے بڑے کالر اس کے کاندھوں پر بکھرے بالوں کو چھو رہے تھے۔ پہنے بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔ اس کے غضب کے سراپا کو کچھ اور بھی قیامت خیز بنا کر دکھا رہا تھا یہ لباس مگر وہ اتنی ہی انجان تھی جبکہ عبدالرافع کی نگاہیں اس کے اختیار سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔ شاہ میر نے اس کی اسی چوری کو پکڑ کر گانے کی صورت جتلایا تو اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں عبدالرافع کھسیا کر رہ گیا تھا۔

"عبدالرافع..... تم بھی کچھ سناؤ ناں۔" وہ اٹھ کر جا رہا تھا جب سجل نے فرمائش کردی۔ شاہ میر شرارت و شوخی سے کھنکارا جبکہ اس کو انکار کرنا محال ہوا تھا جبھی آہستگی سے مگر فسوں خیز لہجے میں نغمہ سرا ہوا تو ماحول پر سحر طاری ہوگیا تھا۔

کسی روز ملو تو بتائیں
خیالوں کی راہیں، چمکتی نگاہیں
وفائیں نبھانا، ادائیں دکھانا
یہ اک سلسلہ ہے
مگر فیصلہ ہے
اگر جان جاؤ تو احساس رکھنا
کرو ایک وعدہ، بنالو گے اپنا

ملاقات کو تم نیا نام دو گے
کسی روز تنہا ملو تو بتائیں
ہماری محبت ہماری وفائیں

اور یہ سچ تھا۔ اس نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنے دل کا حال اس پر عیاں کرنا چاہا تھا وہ تو اللہ جانے سمجھی یا نہیں البتہ شاہو ضرور سمجھ گیا جبھی ایک ترنگ میں آیا تھا اور براہ راست امن کو مخاطب کرلیا۔

"اب آپ ان سے کہیں.....

سر عام سجن دل لگیاں دے اظہار نہ کر، بدنام ہوسیں
تو ساڈے نال نبھا نہ سکیں، تکرار نہ کر، بدنام ہوسیں
ایڈی جلدی وچ اتنے پختہ اقرار نہ کر، بدنام ہوسیں
اساں صابر لوکاں آوارہ جیے، ساکوں پیار نہ کر، بدنام ہوسیں"

"کیوں میں کیوں کہوں؟" امن نے نافہمی سے آنکھیں پھیلا کر سوال کیا تھا مگر شاہو کو پھر بھی شرارت سوجھی تھی۔

"اس کا مطلب آپ کو یہ قول قرار پسند آئے؟"

"کیا مطلب؟" وہ اب کی بار ٹھٹکی اور شاہو نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

"یہ بات تم کبھی فرصت میں عبدالرافع سے پوچھنا۔ وہ مطلب صحیح طور پر سمجھا سکے گا۔" شاہو نے اپنی جان چھڑا لی تھی اور وہ آئیں بائیں شائیں کرتا رہا تھا کہ کھل کر کہنے کا حوصلہ اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ وہی معاملہ تھا کہ

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے
باغ تو سارا جانے ہے

❁.....❁.....❁

سورج غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرا فضا میں موجود دھند میں شامل ہوا تو خنکی کچھ اور بھی بڑھ گئی۔ مما نانو کے ساتھ تھیں۔ وہ کچن میں ثانیہ کے ساتھ موجود تھی اور چولہے میں جلتی آگ کی نارنجی روشنی کا عکس دیواروں پر لرزتا دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا امن؟" ثانیہ نے پھونکنی کی مدد سے خوامخواہ آگ کو پھونک مار کر کچھ اور بڑھا دیا تو اس کی بات پر وہ قدرے چونکی۔

"کیا پوچھا تم نے؟"

"یہی کہ تمہیں ہمارا گاؤں، ہمارا گھر اور ہم سب کیسے لگے ہیں؟" ثانیہ جانے کیا سننا چاہتی تھی مگر اس نے اپنے مخصوص بے پروا انداز میں جواب دیا تھا۔

"تم سب لوگ، تمہارا گاؤں سبھی کچھ بہت اچھا ہے بھئی، جبھی تو یہاں رہ گئی ورنہ میں صرف ایک ہفتے کی خاطر آئی تھی۔"

"اور اگر ہم ہمیشہ کے لیے تمہیں یہاں رکھ لیں تو.....؟" ثانیہ جو اسے واقعی کرید رہی تھی معنی خیزی سے بولی اور بہت دھیان سے اس کا چہرہ جانچا۔ جواباً وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"تو میں رہ لوں گی۔" وہ مذاق ہی سمجھی تھی مگر ثانیہ کے ساتھ ساتھ اسی سمت آتا ہوا عبدالرافع ضرور غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا اور اس کے چہرے پر آن واحد میں ایک بہت خوب صورت سی مسکان بکھرتی چلی گئی تھی۔ شاید اسی لیے کہا گیا ہے کہ محبت خوش فہم ہوتی ہے۔

❁.....❁.....❁

"منگنی کی رسم تو بچپن میں ہو ہی چکی تھی۔ میں چاہتا ہوں ثانیہ کے ساتھ ہم عبدالرافع کو بھی نپٹا دیں۔ عبدالرافع کا ولیمہ ثانیہ کی بارات کے دن ہو جائے گا۔ کیا خیال ہے؟" ماموں ممانی کے ساتھ اکرم بھائی بھی اس وقت بڑے کمرے میں سعدیہ پھوپو کے ہمراہ تھے۔ کل ثانیہ کے سسرال والے شادی کی تاریخ طے کرنے آرہے تھے۔ ماموں نے یہ بہترین موقع جانا تھا برسوں قبل کے عہد کو تازہ کرنے کا۔ سعدیہ کے چہرے کا رنگ اس تذکرے سے ذرا سا متغیر ہوا تھا معاً خود کو سنبھال کر قدرے توقف سے بولی تھیں۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے بھائی صاحب مگر میں نے ابھی امن سے بات نہیں کی کھل کے اور اتنی جلدی ہمارا اس کی شادی کا ارادہ ہے بھی نہیں، ابھی اس کی تعلیم مکمل

نہیں ہوئی ہے۔" ان کے لہجے کے تذبذب نے چاروں افراد کے چہرے پر گمبھیرتا پھیلا دی۔ ایک دم کمرے کی فضا میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"اپنی ثانیہ جتنی تو ہے ناں امن اور ثانیہ انیس کی پوری ہوگئی ہے۔ لڑکیوں کی شادی کی یہی مناسب عمر ہوتی ہے پھر اچھا رشتہ موجود ہو تو دیر کی کوئی وجہ بنتی نہیں ہے۔" یہ بات دادی نے کہی تھی اور بہت رسان سے کی تھی۔ سعدیہ بیگم نے ذرا سی خفت محسوس کی تھی۔

"پھوپو..... امن کی رضامندی کی فکر نہ کریں۔ اس سے میں نے بات کرلی تھی۔ اسے بالکل اعتراض نہیں ہے۔" اسی وقت چائے لے کر آنے والی ثانیہ نے سعدیہ بیگم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ بات اتنے وثوق سے کہی تھی کہ سعدیہ بیگم بے ساختہ چونکی تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد اکلوتی جوان بیٹی کے ہمراہ وہ یہاں لوٹی تھیں تو ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ بیٹی کو یہیں بیاہ کر خود بھی باقی ماندہ زندگی اپنے وطن میں گزار دیں۔ اب پردیس میں بن باس کاٹنے کو بالکل دل آمادہ نہیں تھا مگر وہ متردد تھیں تو صرف امن کی رضامندی کے بارے میں سوچ کر ورنہ وہ خود اس رشتے پر دل و جان سے آمادہ تھیں۔ ثانیہ کی بات پر جیسے ان کے سر سے منوں وزنی بوجھ سرک گیا تھا۔

"لو ہوگئی اب تسلی؟ دونوں سہیلیاں بن گئی ہیں۔ پوچھ لیا ہوگا امن سے ثانی نے....." اکرم بھائی ہنسنے لگے تو بے ساختہ ہی ایک آسودگی سے بھرپور مسکان ان کے ہونٹوں کے گوشوں میں سمٹ آئی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے، جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا گو کہ دل کے کسی کونے میں حیرت ابھی بھی موجود تھی مگر وہ اپنی من موجی بیٹی کے مزاج سے بھی آگاہ تھیں۔ جس کی پسند، معیار اور ترجیح بدلتی رہتی تھی۔ ان کا خیال تھا اگر امن یہاں کے ماحول میں گزارا نہ بھی کر پائے گی تو وہ لوگ عبدالرافع سمیت واپس انگلینڈ چلے جائیں گے۔

"کن سوچوں میں گم ہو۔ یقیناً دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ہے جبھی تو دیکھو گھر کے سارے بچے ادھر ہی ہیں مگر امن اور عبدالرافع باہر گھومنے نکلے ہوئے ہیں۔" ممانی ہنس کر کہہ رہی تھیں۔ سعدیہ بیگم کے دل میں معمولی سا جو خدشہ تھا وہ بھی جاتا رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

"اماں..... دیکھیں ذرا اپنی امن اور عبدالرافع کی جوڑی کتنی اچھی لگتی ہے۔ بالکل چاند سورج کی طرح۔" ثانیہ کی سسرال والے شادی کی تاریخ طے کرنے آئے ہوئے تھے جبھی گھر میں خاصی گہما گہمی اور رونق تھی۔ امن معمول سے ہٹ کر پیازی شیفون کے خوب صورت سی کڑھائی کے سوٹ میں بڑا سا دوپٹا سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی عبدالرافع کے پاس کھڑی کسی بات پر بحث میں الجھی ہوئی تھی جو سفید کرتا شلوار میں سلیقے سے بال بنائے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان سجائے اپنی سیاہ جگر جگر چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کتنے رنگ تھے اس کی آنکھوں میں، کتنے جذبے اور کتنے خواب..... پتا نہیں وہ جان کر بھی انجان تھی یا جانتی ہی نہ تھی۔ بھابی نے اس موقع پر ممانی کے ساتھ سعدیہ بیگم کی توجہ ان کی سمت مبذول کرائی تھی۔ انہوں نے دیکھا اور ثانیہ کی کہی بات پر کچھ اور بھی تقویت محسوس کی۔ سعدیہ بیگم چاہ رہی تھیں کہ فی الحال صرف نکاح کردیں۔ رخصتی دو سال بعد۔

"چلو یہ بھی مناسب ہے۔ جیسی آپ کی مرضی۔ ہم تو بس امن کو اپنی بہو بنانا چاہتے ہیں۔" ممانی کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔ سعدیہ بیگم کچھ اور مطمئن ہوگئی تھیں۔

"کیا باتیں ہورہی ہیں؟" عبدالرافع یونہی مسکراتا ہوا ان کی جانب آیا تو بر سبیل تذکرہ پوچھ لیا مگر بھابی کو اسے چھیڑنے کا موقع ہاتھ آگیا تھا۔

"تمہارے بیاہ کی باتیں ہورہی ہیں۔ بتا دو ابھی کرو گے یا ٹھہر کے؟"

"نیکی کے کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سیانے کہتے ہیں۔" وہ مسکراہٹ دباتا سر کھجا رہا تھا۔ بھابی اس کی

بات پر ہنس دی تھیں۔
"اور وہ تمہاری ڈاکٹری کی تعلیم.....؟"
"ارے بھابی..... ابھی تو صرف نکاح ہو رہا ہے، رخصتی تک تعلیم بھی مکمل ہو جائے گی۔" اس کے دل پر نقش امن کا روپ اتنا پر تاثیر تھا کہ وہ جلد از جلد اسے اپنے نام کرا لینے کو کوشاں تھا۔

❁.....❁.....❁

ثانیہ کی شادی کی خریداری کے ساتھ سہولت اور آسانی سے عبدالرافع کے نکاح کی بھی تیاری ہو رہی تھی۔
"اف خدایا..... کتنے اچھے کپڑے ہیں۔" وہ ثانیہ کے ساتھ اندر آئی تھی۔ دادی کے ساتھ ممانی، سعدیہ بیگم اور بھابی کو چارپائی پر رنگ برنگ زرتار کپڑوں کو تہہ لگا کر بکس میں رکھتے دیکھا تو لپک کر نزدیک آئی اور گہرا سبز اور ہلکا گلابی دوپٹہ اٹھا کر دیکھنے لگی جس کے کناروں پر بہت خوب صورت سے کام کی پٹی جھلمل کر رہی تھی۔
"تمہیں پسند آ گئے یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" سعدیہ بیگم نے اس کے اجلے چہرے پر بکھرے معصوم سے تاثر کو دیکھ کر طمانیت سے بھرپور لہجے میں کہا تو اس نے بھرپور تائیدی انداز میں سر کو اثبات میں جنبش دی تھی۔
"ہاں ناں اتنے پیارے تو ہیں مگر ہیں کس کے کیا ثانیہ کے؟"
"نہیں بھئی، عبدالرافع کی دلہن کے ہیں۔" دادی نے دانستہ اسے چھیڑا اس کا نام لیے بغیر تو وہ زور سے چونکی تھی۔
"عبدالرافع کی دلہن.....؟ کیا اس کی بھی شادی ساتھ ہو رہی ہے؟"
"ہاں، تمہیں نہیں پتا؟" سعدیہ بیگم سب سے زیادہ چونکی تھیں۔
"نہیں تو مگر کس سے ہو رہی ہے شادی بلکہ یہ کہنا چاہیے کس کا نصیب پھوٹ رہا ہے عبدالرافع کے ساتھ؟" وہ اب مسکرا رہی تھی۔ اب کی مرتبہ دادی بھی چونکی تھیں پھر اسے بغور تکتے ہوئے بولی تھیں۔
"عبدالرافع سے تمہاری ہی تو شادی ہو رہی ہے پتر..... کیا تو ہم سے مذاق کر رہی ہے؟" اور امن کے چہرے پر پہلے تحیر و استعجاب امڈا تھا پھر اضطراب اور اس کے بعد ایک طیش و غیظ کا احساس۔
"مذاق تو شاید آپ لوگ کر رہے ہیں میرے ساتھ..... وہ بھی بہت گھٹیا قسم کا۔ کیوں ماما؟" اس نے تنفر سے کہتے ہوئے سعدیہ بیگم کا فق چہرہ دیکھا جن کے بولنے کی صلاحیت گویا اس پل بے کار ہو چکی تھی۔ "اگر نانو صحیح کہہ رہی ہیں مما تو مجھے بتائیے آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟" وہ اب کی بار بولی نہیں چیخ پڑی تھی۔ دادی کے ساتھ ممانی، بھابی اور ثانیہ کے چہروں پر بھی خوف کے سائے پھیلنے لگے تھے۔ وہ یوں چپ تھے جیسے گنگ ہو گئے ہوں۔ وہ کچھ دیر تک سلگتی نظروں سے ان سب کو تکتی رہی پھر ایک جھٹکے سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ کمرے میں موجود تینوں نفوس کی شاکی نظریں ثانیہ پر ہی تھیں جو کہ خود کو زمین میں گڑا ہوا محسوس کر رہی تھی۔
"ثانیہ....." اس بار دادی کی سرد و سپاٹ آواز کمرے میں ابھری تھی۔ "ہمیں بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ کس وجہ سے تم نے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہم سب سے۔" اور ثانیہ کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ کیا کہے۔ وہ تو اپنے ڈھکے چھپے استفسار پر امن کی مبہم سی رضامندی کو ہی اس کی منشاء سمجھ بیٹھی تھی مگر یہ سب کیا ہو گیا تھا؟

❁.....❁.....❁

سورج اپنا واپسی کا سفر ختم کرنے کے بعد اب غروب ہونے کو تھا۔ نارنجی رنگ نے پوری دھرتی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ واپسی کا سفر کوئی بھی ہو تھکن اور اداسی کا تاثر ضرور بخشتا ہے۔ عبدالرافع کو لگ رہا تھا جیسے آج کے دن کی تمام تھکن اور اداسی اس کی روح کے اندر سرائیت کر گئی ہو۔ فضا میں خنکی کا لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہوا احساس بھی اسے وہاں سے اٹھنے پر آمادہ نہیں کر سکا تھا۔ نہر کے پانیوں میں اترا سورج کا نارنجی رنگ پانیوں کو بھی دہکا رہا تھا۔ پچھلے

ڈیڑھ گھنٹے سے وہ یونہی بے حس سا بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ شاہو بھی۔ دونوں ہی کے پاس جیسے کہنے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا اور خاموشی ان کے بیچ تکلیف کا بہت گہرا احساس بن کے ٹھہر گئی تھی۔

"عبدالرافع گھر چلو پلیز۔ شام کے وقت یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہوتا۔" بہت دیر کے بعد بالآخر شاہو نے اسے مخاطب کیا تھا مگر وہ یونہی گم صم بیٹھا رہا تھا۔

"عبدالرافع....." شاہ میر نے اس کے ہاتھ کو آہستگی و نرمی سے چھوا تھا۔

"تم چلے جاؤ، میں کچھ دیر میں آجاؤں گا۔" وہ بولا تو آواز اتنی بوجھل تھی کہ شاہ میر بہ مشکل سمجھ پایا۔ وہ اسے تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا جبھی خاموش ہو گیا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ ابھی وہ اس کی بات نہیں مانے گا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے لیکن تم بھولنے کی کوشش تو کرو۔" شاہ میر کی محبت اور خلوص پر اسے کسی قسم کا شبہ نہیں تھا مگر اس پل تو دل تازہ توہین کے احساس سے لہولہو ہوا تھا۔ وہ شادی کے سلسلے میں ہی شہر سے خریداری کر کے لوٹا تھا۔ بے تحاشا تھکن کے باوجود بھی وہ خود کو بہت تازہ دم اور خوش باش محسوس کر رہا تھا، وجہ وہی دشمن جاں تھی؛ جس نے اس کی ذات کے پرخچے اڑانے میں لمحہ بھر بھی نہیں لگایا تھا۔

"کہاں سے آرہے ہو تم؟" اس کا انداز غیر معمولی تھا۔ اس کے باوجود وہ نہیں چونکا اور بس مسکرا دیا تھا۔

"شہر گیا تھا' شادی کی تقریب کی خریداری کے سلسلے میں۔"

"تم جانتے تھے کہ تمہاری شادی مجھ سے ہو رہی ہے؟" اس کا انداز کڑا تھا۔ عبدالرافع ذرا سا ٹھٹکا اور کچھ خائف نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں مگر....."

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ کس خوش فہمی میں تھے تم لوگ..... تھا کیا تم میں کہ میں آمنہ لاشاری' تم سے شادی پر ہی آمادہ ہو جاتی؟ مجھے نہیں پتا تم لوگوں نے میری ماما کو کیا کہہ سن کے یہ سب کرایا ہے مگر میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ میرا انتخاب تم ٹھہرو۔ تم جیسا گنوار، عام سی صورت کا معمولی تعلیم یافتہ آدمی کبھی بھی میری پسند نہیں ہو سکتا۔ سمجھے تم....." الفاظ تھے کہ برچھیاں جو سنسناتی ہوئی اس کے وجود میں گڑتی چلی گئیں اور وہ بنا کوئی احتجاج کیے اسے دیکھتا رہ گیا تھا جو لمحوں میں اسے دو کوڑی کا کر کے رکھ چکی تھی۔

"مگر امن..... بات طے ہو چکی ہے اور شادی میں چند دن ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے؟" سعدیہ بیگم جو ہراساں و مضطرب تھیں' اس کی بلند آواز سن کر بھاگی ہوئی وہاں آئی تھیں۔

"بھاڑ میں جائیں لوگ اور ان کا کہنا کہلانا..... میری جوتی کو بھی پروا نہیں ہے۔ شکر کریں مجھے پہلے پتا چل گیا ورنہ عین نکاح کے وقت انکار کر دیتی بلکہ ایسا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ مجھ سے دھوکے بازی کا مزا تو چکھتے یہ لوگ۔" وہ تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اور عبدالرافع میں بھلا اتنی ہمت کب تھی کہ کسی کا سامنا کر سکتا۔ وہ الٹے قدموں گھر سے نکلتا چلا گیا تھا مگر اس سے پہلے ثانیہ نے اس کے سامنے رو رو کے اپنی خطا کا اعتراف کر لیا تھا۔

"اس نے ایسا کیوں کیا؟" شاہ میر اس کے ساتھ ہی آیا تھا کتنی دیر کی گمبھیر خاموشی کے بعد پوچھ رہا تھا۔

"اس نے غلط نہیں کیا۔ غلطی ہماری تھی۔ ہم نے اس سے توقعات زیادہ وابستہ کر لی تھیں۔" عبدالرافع نے خود کو سنبھال کر اصل بات سے پردہ اٹھایا۔

"پھر بھی اتنے سخت الفاظ میں منع نہیں کرنا چاہیے تھا۔" شاہ میر کا لہجہ احتجاجی ہوا مگر اس بات کا عبدالرافع نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

❁.....❁.....❁

شادی ہو گئی۔ ثانیہ رخصت ہو کر چلی گئی مگر جو بدمزگی ہوئی تھی، اس نے سب کے دل برے کر دیے تھے۔ سعدیہ بیگم سب سے، بالخصوص عبدالرافع سے نظریں چرائے ہوئی تھیں جبکہ امن سے وہ باقاعدہ خفا تھیں مگر

اسے پروا ہی کہاں تھی۔ شادی کے دو دن بعد وہ واپس جانے کو تیار کھڑی تھی۔

"میں واپس جانے کو نہیں آئی تھی۔ عبدالرافع نہیں تو کوئی اور سہی مگر تمہاری شادی کر کے مجھے یہیں رہنا ہے اب۔" سعدیہ بیگم کے فیصلے کو اس نے اچنبھے سے سنا تھا پھر قطعیت سے بولی تھی۔

"مجھے فی الحال شادی نہیں کرنی ماما، رہی بات یہاں رہنے کی تو آپ رہیں مگر مجھے فی الحال واپس جانا ہے۔" اور اس کی ضد کے سامنے سعدیہ بیگم کو ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔ ظاہر ہے وہ اسے تنہا واپس نہیں بھیج سکتی تھیں۔ عبدالرافع سے معذرت کرنے کا خیال دل میں ہی لیے وہ واپس چلی گئی تھیں کہ شادی کی تقریب کے بعد وہ انہیں کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ کسی سے اس کے متعلق سوال کرنے کی وہ خود میں ہمت نہ پا رہی تھیں اور یہاں سے خوش باش واپس لوٹنے والی امن وہاں جاتے ہی مضطرب ہو گئی تھی۔ یہ کیسا احساس دامن گیر ہوا تھا جس نے روح تک کو نوچ ڈالا تھا۔ عبدالرافع جسے وہ خود انتہائی حقارت سے ٹھکرا آئی تھی اس کے دل میں خاص مقام حاصل کر گیا تھا کب..... کیسے؟ کبھی کبھار تو اسے لگتا اسے اس تکبر کی سزا ملی ہے جس کے سبب اس نے عبدالرافع کو ٹھکرا دیا تھا۔ بھلا تھی ماننے والی بات کہ وہ عام سے نقوش کا دیہاتی لڑکا اس کے نزدیک بے حد خاص اہمیت حاصل کر چکا تھا۔ وہ جتنا اس احساس کو جھٹلاتی وہ اتنی ہی شدت سے اس کے دل میں اپنی جگہ بناتا تو آمنہ لاشاری روہانسی ہونے لگتی۔ اس سے بڑھ کر بھی کوئی سبکی تھی کہ جسے وہ خود ٹھکرا چکی تھی وہ ہی اب دل کی خواہش تھا اور خود سے لڑتے' خود کو جھٹلاتے اپنی نفی کرتے ہی اس نے تین سال گزار دیے تھے۔ جب بالکل اچانک سعدیہ بیگم کی دل کے دورے میں موت واقع ہو گئی تو وہ دیار غیر میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔ ماموں کو بہن کی موت کا صدمہ تھا تو اپنی بھانجی کی بے حد فکر، انہوں نے فون پر اسے واپس آنے کا کہا تھا اور وہ جو دل سے یہی چاہتی تھی انکار نہ کر سکی تھی۔

❁.....❁.....❁

"کہیں جا رہے ہیں آپ لوگ؟" وہ صبح سے ہی ایک افراتفری کا سماں محسوس کر رہی تھی۔ ثانیہ بچوں سمیت یہیں تھی۔ وہ بھی جانے کو تیار تھی۔ بھابی اور ممانی بھی بلکہ بھابی نے ہی سب کے کپڑے استری کیے تھے۔

"ہاں' عبدالرافع کے لیے لڑکی دیکھنے۔ اماں کا خیال ہے اب اس کی شادی ہو جانی چاہیے۔" بھابی کے سرسری سے انداز میں بے نیازی اور اطمینان تھا۔ امن کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا مگر وہ متوجہ نہیں تھیں۔

"اماں تو کب کی پیچھے پڑی ہوئی تھیں، وہ ہی ٹال رہا تھا مگر اب اماں اسے کسی کھونٹے سے باندھنا چاہ رہی ہیں۔ بہت پھر لیا لنڈورا۔" بھابی اپنی دھن میں بول رہی تھیں۔ آمنہ کو سمجھ نہیں آئی کہ خود کو کیسے سنبھالے۔

"کیا ہوا امن..... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اسی پل ثانیہ اپنی بچی کو نہلانے کے بعد تولیے میں لپیٹے اندر آئی اور اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی ٹھٹکی۔

"ہاں مجھے کیا ہونا ہے؟" اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور مسکرا کر پھیکے سے انداز میں کہا تو ثانیہ نے بغور اسے دیکھا۔

"ایک دم پیلی ہو رہی ہو۔ مجھے لگتا ہے بخار سے تمہیں کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔ میں عبدالرافع سے کہتی ہوں تمہیں چیک کر لے۔" اور وہ جیسے گڑ کر رہ گئی تھی۔ عبدالرافع ڈاکٹر بننے والا ہے یہ خبر اسے پچھلی بار گاؤں سے لوٹنے کے بعد ملی تھی۔ ثانیہ واپس مڑی کہ امن نے بوکھلا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں..... نہیں..... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھے معائنہ کی ضرورت نہیں۔"

"واقعی....." ثانیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو امن دل پر جبر کر کے مسکرانے لگی۔

"ہاں، بالکل۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ثانیہ نے کہا مگر اس کے انداز میں ہنوز اضطراب تھا۔ امن نے جان بخشی پر فی الفور اٹھ جانا

مناسب جانا۔

"مجھے یہ ٹھیک نہیں لگتی۔ کیا بات کی تھی آپ نے اس سے جو ایک دم یہ قے ہوگئی؟" ثانیہ نے فکرمندی سے بھابی کو دیکھا تو وہ ذرا سا چونکیں۔

"کچھ نہیں۔ عبدالرافع کی شادی کے متعلق بتا رہی تھی کہ اب....."

"اوہ..... آپ نے ایسا کیوں کہہ دیا بھابی، آپ کو پتا ہے امن عبدالرافع کی وجہ سے لوٹی ہے۔"

"کیا.....!" بھابی کو صحیح معنوں میں شاک لگا۔

"مگر وہ تو..... اس نے تو....." ماضی جیسے پل بھر میں سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔

"وہ گزرے وقت کی باتیں ہیں بھابی، اب اس کا دل اور اس کا تقاضہ بدل گیا ہے۔" ثانیہ کے انداز میں عجیب سی بات تھی جبکہ بھابی گویا ابھی تک بے یقین تھیں۔

"اور عبدالرافع..... وہ کیا کہتا ہے؟"

"ہاں اصل مسئلہ ہی یہی ہے۔ وہ اب ایسا یقیناً نہیں چاہے گا۔ اپنی بے عزتی کہاں بھولا ہوگا۔ آپ اسی بات سے اندازہ کریں کہ پہلے جو شادی پر آمادہ نہیں تھا اب خود اس نے منہ سے کہا ہے۔ مجھے تو امن پر ترس آرہا ہے۔ بے چاری۔" ثانیہ کے انداز میں گہری یاسیت اور افسردگی تھی۔ بھابی نے کندھے اچکا دیے تھے۔

"ہاں..... شاید اس لیے کہ اب اپنا عبدالرافع ڈاکٹر جو بن گیا ہے۔ وہ جاہل، اجڈ، گنوار عام شکل وصورت والا عبدالرافع....." بھابی کا لہجہ تلخ ہوا۔ "مگر اس نے عبدالرافع کے ساتھ جو کیا وہ کسی طور بھولنے والا نہیں ہے۔ وہ بالکل صحیح کر رہا ہے۔" بھابی کے تبصرے پر ثانیہ نے چپ سادھ لی کہ وہ بہرحال غلط نہیں کہہ رہی تھیں۔

❁.....❁.....❁

تکیے میں منہ دیے وہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔ ایک الاؤ تھا جو تن من میں بھڑک اٹھا تھا۔ پتا نہیں وہ کس بات پر اتنی بے قرار تھی۔ عبدالرافع کے ٹھکرا دینے پر یا اپنی محبت کے ہار جانے پر، کل شب جب اسے سب کے سو جانے کا یقین ہوگیا تب وہ آہستگی سے اپنا بستر چھوڑ کر اس کے کمرے کی جانب آئی۔ کل اسے پھر واپس شہر چلے جانا تھا اور امن یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے کمرے کی بتی جل رہی تھی جس سے امن کو خاصی تقویت ہوئی۔ احتیاط دامن گیر تھی جبھی اس نے دستک کا تکلف نہیں کیا اور ادھ بھڑا دروازہ کھول کر جب اندر داخل ہوئی، عبدالرافع سامنے ہی بستر پر لیٹا ٹیبل لیمپ جلائے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ آہٹ پر متوجہ ہوا اور اسے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔

"سوری..... اس وقت پریشان کرنے پر معذرت چاہتی ہوں مگر مجھے بہت ضروری بات کرنا تھی آپ سے۔" اس کی حیرت سے کھلی آنکھوں میں لمحہ بھر کو جھانک کر اس نے خفت سے وضاحت پیش کی۔

"آپ کو جو بھی بات کرنی ہے، کل کیجیے گا۔" اس کا خشک لہجہ کسی قسم کی رعایت یا گنجائش نہیں رکھتا تھا۔ توہین کے احساس نے امن کی پیشانی سلگا دی۔

"یہ بات میں آپ سے تنہائی میں کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز عبدالرافع میرے دل پر بہت بوجھ ہے۔" دل کی بے بسی و لاچاری کے احساس سے نڈھال وہ سسک اٹھی۔ عبدالرافع اچاٹ نظروں سے اسے تکتا رہا پھر جیسے جان چھڑانے کی غرض سے بولا۔

"ٹھیک ہے فرمائیے کیا کہنا چاہتی ہیں؟ اگر معذرت کرنا چاہتی ہیں تو اس کی ضرورت نہیں۔ میں سب کچھ فراموش کر چکا ہوں۔"

"عبدالرافع..... مجھے معذرت کرنا ہے تم سے مگر ایک اعتراف بھی کروں گی۔ مجھے محبت ہوگئی ہے تم سے..... میری یہاں واپسی کا سبب صرف تمہاری یہ محبت ہے۔ میں بہت بھاگی ہوں خود سے مگر تمہاری محبت نے مجھے کسی قابل نہیں چھوڑا۔ مجھے معاف کردو عبدالرافع اور پلیز پلیز مجھے قبول کرلو۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی۔"

عبدالرافع کو صحیح معنوں میں سکتہ ہوگیا تھا۔ اس نے یوں امن کو دیکھا تھا جیسے وہ اپنے حواسوں میں نہ رہی ہو۔

"تمہیں یقین نہیں آرہا ناں، مجھے بھی نہیں آیا تھا مگر یہ سچ ہے عبدالرافع مم..... میں....."

"بس بہت ہوگیا۔" عبدالرافع نے سرخ چہرے کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔ وہ کچھ سہم کر اسے دیکھنے لگی جو ہونٹ بھینچے جیسے ضبط کر رہا تھا۔

"کچھ کہو عبدالرافع..... کچھ تو کہو۔" وہ ایک دم بلک اٹھی۔ عبدالرافع نے لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"یہ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک میری حیثیت بہت معمولی تھی مگر کیا میں تمہارے لیے ایک کھلونے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ جس سے جب تمہارا جی چاہا کھیلا اور جب جی چاہا توڑ دیا؟ مگر وہ وقت اور تھا۔ اب عبدالرافع وہ ہے نہ ہی آپ..... آپ نے یہ سوچا بھی کیسے کہ آپ اب چاہیں گی تو میں خود کو ایک بار پھر آپ کے سامنے پیش کردوں گا؟" وہ اس قدر کڑے لہجے میں استفسار کر رہا تھا کہ امن حواس باختہ ہو کر اسے ٹکر ٹکر تکنے لگی۔ "اور ہاں آئندہ رات کے وقت تو کیا۔ دن میں بھی میرے کمرے میں مت آیئے گا۔ بہرحال مجھے اپنی ناموس کا بہت احساس ہے۔" جس پل وہ پلٹ کر لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے سے نکل رہی تھی۔ عبدالرافع کی آواز نے اس کی سماعتوں میں چھید کردیے تھے اور اس کا جی چاہ رہا تھا واپس اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اس گھر سے ہمیشہ کے لیے کہیں دور بھاگ جائے مگر ہر کام جسے کرنے کو جی چاہے اس پر قدرت حاصل ہو ضروری تو نہیں۔

❁.....❁.....❁

یہ ذہنی اضطراب اور شدت گریہ ہی کا سبب تھا کہ اگلی صبح تک وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ ثانیہ جو اسے جگانے آئی اور اس کی کلائی چھونے پر گھبرا گئی۔ اس کے مچائے ہوئے شور کا نتیجہ تھا کہ اگلے چند منٹ میں اس کا کمرا گھر کے تقریباً سبھی افراد سے بھر گیا تھا۔ ممانی جان تو باقاعدہ اس کے سرہانے بیٹھ گئی تھیں اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔

"عبدالرافع کو بلاؤ' بخار چیک کرے بچی کا۔ آج کل تو ایویں نمونیا ہو جاتا ہے۔" ممانی کے کہنے پر ثانیہ باہر دوڑی۔ کچھ دیر بعد لوٹی تو ساتھ سنجیدہ صورت لیے عبدالرافع بھی تھا۔

"دیکھ پتر..... بچی کیسے بخار میں جل رہی ہے۔" عبدالرافع نے اس کی نبض چیک کرنے کی بجائے میڈیکل باکس سے تھرمامیٹر نکال کر اس کے آگے کیا جسے اس کی بجائے ممانی نے پکڑ کر اس کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔

"کتنا بخار ہے؟" عبدالرافع نے تھرمامیٹر واپس لیا تو ممانی نے سوال کیا۔

"ایک سو تین۔" عبدالرافع کی نگاہ لمحہ بھر کو امن کے سرخ چہرے اور روئی ہوئی جلتی آنکھوں میں الجھی تھی۔

"میں میڈیسن لکھ رہا ہوں۔ شہر جاتے ہوئے شاہ میر کے ہاتھ بھجوادوں گا۔ یہی استعمال کرایئے۔" پیڈ پر دواؤں کے نام لکھتے ہوئے اس نے کہا تو ممانی بری طرح چونکیں۔

"کیا مطلب..... تو چلا جائے گا؟" ممانی کو جیسے شاک لگا اور عبدالرافع نے کچھ الجھ کر انہیں دیکھا تھا۔

"ظاہر ہے اماں..... یہاں تو بیٹھنے سے رہا۔ مجھے ڈیوٹی پر پہنچنا ہے۔"

"گھر میں مریض کو ضرورت ہے اور تجھے لوگوں کی پڑی ہوئی ہے؟ آرام سے بیٹھو۔ جب تک بچی کی طبیعت نہیں سنبھلتی۔" ممانی نے بے دریغ لتاڑا۔ تبھی عبدالرافع نے اکتاہٹ بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ یہاں کوئی جاں کنی کے عالم میں نہیں ہے جو میں یہاں علاج کرنے بیٹھ جاؤں۔ حد ہے آپ سے بھی۔" وہ اتنا جھلایا کہ خفگی سے برس پڑا۔ ممانی خفت زدہ ہوئیں۔ نگاہیں تو امن بھی چرا رہی تھی۔ اتنے سارے لوگوں کے درمیان کیسے منٹوں میں اسے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ کہے بغیر امن نے آہستگی سے ممانی کا ہاتھ دبایا۔

"وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ممانی، معمولی حرارت ہے آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔" اس نے نرمی سے کہا

مگر جانے کیوں آواز بھرا گئی تھی۔
"بس سن لیا؟ اب تو آپ کی تسلی ہو جانی چاہیے۔" عبدالرافع کچھ طنز اور کچھ نخوت سے بولا۔ ممانی جان نے کچھ کہے بغیر خفگی کے اظہار میں منہ پھیر لیا جبکہ عبدالرافع دھیان دیے بغیر اٹھ کر باہر نکل گیا۔ امن نے کسی کرب سے گزرتے ہوئے آنکھیں سختی سے بند کر لی تھیں۔

❁.....❁.....❁

کمال ضبط میں میں خود کو بھی آزماؤں گی
میں اپنے ہاتھ سے اس کی دلہن سجاؤں گی
سپرد کر کے اسے چاندنی کے ہاتھوں میں
میں اپنے گھر کے اندھیروں میں لوٹ جاؤں گی
بدن کے کرب کو وہ بھی نہ سمجھ پائے گا
میں دل میں روؤں گی ہونٹوں میں مسکراؤں گی
وہ کیا گیا کہ رفاقت کے سارے لطف گئے
میں کس سے روٹھ سکوں گی، کسے مناؤں گی؟
وہ ایک رشتۂ بے نام بھی نہیں لیکن
میں اب بھی اس کے اشاروں پر سر جھکاؤں گی
جواز ڈھونڈ رہا تھا نئی محبت کے
وہ کہہ رہا تھا کہ میں اس کو بھول جاؤں گی

دھیرے دھیرے سہی مگر وہ پھر سے ٹھیک ہو گئی تھی۔ اس دوران عبدالرافع ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ اس کے لیے دیکھے گئے رشتے کا کیا بنا تھا' امن نہیں جان سکی البتہ اس نے اپنے رد کیے جانے کو قدرت کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ ممانی جان یقیناً عبدالرافع سے خفا تھیں جبھی وہ آیا تو انہوں نے سیدھے منہ اس سے بات بھی نہ کی تھی۔ وہ ان کے تیور پہچان گیا تو خاموش ہو گیا مگر رات کو وہ ان کے پاس آیا تو جھنجھلاہٹ اور خفگی نے اس کے ضبط کا پیمانہ چھلکا پڑا تھا۔
"آپ مجھ سے خفا ہیں؟" اسے دیکھ کر انہوں نے سرہانے رکھی تسبیح اٹھا کر پڑھنی شروع کی تو عبدالرافع نے کسی قدر غصے سے پوچھا۔
"ہمارے پاس اب یہ حق کہاں؟ تم لوگ جوان ہو گئے ہو۔ اپنی مرضی کے مالک بھی۔" انہوں نے نروٹھے پن سے کہا تو عبدالرافع نے ہونٹ بھینچ لیے۔
"جس کی حمایت میں آپ میرے ساتھ یہ سب کر رہی ہیں۔ آپ کو پتا ہے وہ میرے ساتھ کیا کچھ کر چکی ہے؟" اس کے لہجے میں تڑختے ہوئے کانچ کی چبھن تھی۔
"وہ نادان تھی، تب بچی تھی، آج وہ بے سہارا اور یتیم ہے۔ ہمارے پاس سر چھپانے آئی ہے۔ ہم منہ پھیر لیں۔ زیب دیتا ہے ہمیں کیا یہ سب؟"
"میں نے کب کہا ہے یہ؟" وہ زچ ہوا۔
"تم نے اس سے شادی سے انکار تو کر دیا۔"
"انکار وہ بھی تو کر چکی تھی۔ بھول گئیں آپ؟" وہ پھنکارا تو ممانی نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"چلو اچھا ہوا تم نے اپنا انتقام لے لیا۔ ٹھیک ہے' کر لو کہیں بھی تم شادی..... ہمیں اعتراض نہیں۔"
"آپ کو خفا کر کے مجھے کچھ نہیں کرنا۔" وہ کسی قدر غصے سے بولا تو ممانی جان نے بے بس سی نظروں سے اسے دیکھا پھر آہستگی سے مسکرائیں اور اس کے خفا خفا سے چہرے کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔
"صرف انا ہی سب کچھ نہیں ہوتی پتر، مجھے بتاؤ نکال چکے ہو اپنے دل سے اسے؟" سوال اتنا اچانک اور کڑا تھا کہ وہ گڑبڑا گیا۔ ممانی جان نے محسوس کیا اور گہرا سانس کھینچا۔ "معاف کر دینے میں بہت عظمت ہے بیٹا، معافی کا راستہ اپناؤ۔" انہوں نے اس کا کاندھا تھپکا تو اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔
"میں اگر اسے معاف بھی کر دوں اماں تو شاید خود کو اس سے شادی پر آمادہ نہ کر سکوں۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ ممانی کو ایک دم چپ لگ گئی۔
"ٹھیک ہے پتر..... میں تجھے مجبور نہیں کروں گی۔ ہم کل لڑکی والوں کو ہاں کہہ دیں گے۔" خاصی تاخیر سے ممانی جان نے تھکے ہوئے انداز میں کہا تو عبدالرافع اٹھ کھڑا ہوا۔
"آپ ابھی ان لوگوں کو ہاں نہیں کہیے اماں، جس

طرح میں آمنہ کو اپنانے کے معاملے میں بے بس ہوں۔ اسی طرح کسی نئے تعلق کو نبھانے سے بھی معذور ہوں۔ ابھی تو دل کو پھر سے سمجھانا ہے۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تیزی سے پلٹ کر باہر چلا گیا۔ ممانی جان کے بوڑھے چہرے پر بکھرا ملال گہرا ہو گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

"لیکن ممانی جان میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" بھابی کے میکے میں شادی تھی۔ سبھی جا رہے تھے۔ ممانی اسے بھی لے جانا چاہ رہی تھیں مگر وہ اتنی ہی متامل تھی۔ لوگوں کا سامنا کرنے سے وہ ویسے ہی خائف رہتی تھی مگر ممانی جان کے ساتھ بھابی نے بھی اتنے خلوص سے اصرار کیا کہ اسے نا چاہتے ہوئے بھی آمادہ ہونا پڑا۔ ڈل گولڈن کلر کی لمبی قمیص اور ٹراؤزر کے ساتھ ہم رنگ ریشمی دوپٹا جسے سنبھالنے کی کوشش میں وہ ہلکان ہو رہی تھی۔ میک اپ اور جیولری سے وہ خائف رہتی تھی مگر اس سادگی کے باوجود اس کا پرسوز روپ کچھ ایسی دلربائی اور کشش سمیٹے ہوئے تھا کہ اس گاؤں کے نمبردار صاحب جو پہلے سے دو بیویوں کو بھگتا چکے تھے اور خود عمر کی چالیس بہاریں دیکھ چکے تھے۔ اس وقت گاؤں کی دھی رانی کی شادی میں اپنی استعداد اور رواج کے مطابق شادی کا تحفہ دینے تشریف لائے تھے' آمنہ لاشاری پر ایک نگاہ ڈال کر ہٹانا بھول گئے۔ دل کچھ اس انداز میں انہیں دغا دے گیا کہ وہ وہیں اہل خانہ میں سے اپنا مدعا بیان کر بیٹھے۔ اہل خانہ جو بھابی کے والد محترم تھے اور آمنہ کے متعلق کچھ اتنی معلومات نہیں رکھتے تھے۔ کچھ گھبرائے پھر کچھ جوش بھرے انداز میں اٹھ کر بھابی کے پاس آئے۔

"پتر..... اے شہرن کڑی تیرے نال آئی اے ناں۔"

"جی ابا جی..... پر کیا ہوا ہے؟" بھابی نے کچھ حیران ہو کر استفسار کیا اور جواب میں ابا جی نے ساری کہانی کہہ سنائی جسے سن کر بھابی کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"بتانا کنواری ہی کڑی ہے ناں، اپنے چوہدری صاحب بیاہ رچانا چاہتے ہیں اس کے ساتھ۔" ابا کے کہنے پر بھابی کو اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ چوہدری صاحب کی رنگین مزاجی سے خوب آگاہ تھیں۔

"ابا جی..... آپ ان سے کہہ دیں' یہ لڑکی شادی شدہ ہے۔" انہوں نے کہہ کر جان چھڑائی اور افتاں و خیزاں ممانی جان کے پاس پہنچیں جو ثانیہ اور آمنہ کے ساتھ بیٹھی ہنسی مذاق میں مصروف تھیں۔ انہیں دیکھ کر چونکیں کہ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں جو انہیں کسی خطرے کا الارم محسوس ہوئی تھیں۔

"کیا ہوا..... خیریت؟"

"اماں..... آپ فی الفور یہاں سے چلیں بلکہ امن کو لے کر چلیں۔"

"ہوا بھی کچھ ہو۔ باؤلی ہو گئی ہو کیا؟" ممانی جان کو ان کے انداز پر کسی قدر جھنجھلاہٹ محسوس ہوئی۔ جواب میں بھابی نے ان کے کان میں گھس کر ساری بات بتائی جسے سنتے ہی انہوں نے خوف سے پھیلی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"اب کیا کریں؟ ایسے لوگ تو زور زبردستی بھی کر ڈالتے ہیں۔ خدایا خیر۔" انہوں نے بے ساختہ دل تھام لیا۔

"کیا ہوا ہے۔ کچھ بتائیں تو؟" ثانیہ اور امن جو ہنوز صورت حال سے بے خبر تھیں' حیران و پریشان ان کی صورت تک رہی تھیں۔

"بتا دیتے ہیں سبھی کچھ۔ فی الحال تو اٹھو یہاں سے۔" ممانی جان کو اپنا دل گھبراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ انہوں نے امن کا ہاتھ پکڑا اور فوری وہاں سے چل دی تھیں۔

❁.....❁.....❁

ایک نئی صورت حال سے پوری فیملی دوچار ہو گئی تھی اور سب بے حد گھبراہٹ کا شکار تھے۔ ممانی جان نے فی الفور شہر شاہ میر اور عبدالرافع کو پیغام بھجوایا اور ماموں بھی گھر پر تھے۔

"میں نے صورت حال سنبھالنے کی کوشش تو کی تھی مگر وہ بہت خطرناک آدمی ہے اماں، مجھے ڈر ہے وہ اس معاملے کی تحقیق نہ کرانے بیٹھ جائے۔" بھابی کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔ وہ ساتھ ساتھ چوہدری صاحب کے کارنامے بتلا کر ممانی کو بھی ہولا رہی تھیں۔

"فکر نہ کرو۔ میں نے اس لیے عبدالرافع کو بلوایا ہے۔ آج شام سے پہلے ہم ان شاء اللہ اس مسئلے کا حل نکال لیں گے۔" ماموں نے خواتین کی طرح ہاتھ پیر نہیں چھوڑے تھے جبھی کسی قدر پرسکون تھے۔ ممانی چونکیں۔

"کیا کہیں گے آپ عبدالرافع کو بلوا کر؟"

"ظاہر ہے بچی کی حفاظت کے لیے ہمیں اس کا نکاح کرنا ہوگا۔ ایسے لوگ واقعی خطرناک ہوتے ہیں۔"

"مگر یہ اتنا ایمرجنسی کا نکاح ہوگا کس سے؟" ممانی جان کو اصل فکر یہی تھی۔

"عبدالرافع ہے ناں۔" ماموں کا انداز مطمئن تھا۔ ممانی نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"وہ..... وہ شاید نہ مانے۔ آپ کو پتا ہے کہ انکار کر چکا ہے۔"

"میں ایک بار پھر اس سے بات کروں گا۔ وہ نہ سہی تو شاہ میر سہی۔" ماموں نے اسی اطمینان سے کہا مگر دوسرے کمرے میں مضطرب اور بے چین سی ساری بات سنتی امن دھک سے رہ گئی۔

"ہرگز نہیں۔ مجھے خود کو اتنا بے وقعت نہیں کرنا۔ میں خود ممانی سے بات کروں گی۔" اس نے ایک دم فیصلہ کیا۔ اب وہ اسی تاک میں تھی کہ کسی طرح اسے ممانی جان کہیں اکیلی نظر آجائیں اور آج یہی موقع نہیں مل رہا تھا یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہونے لگی۔ ماموں نماز کے لیے مسجد گئے تو امن لپک کر ان کے نزدیک آئی۔

"ممانی جان..... مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" انگلیاں چٹخاتی مضطرب سی وہ انہیں اپنے دل کے بے حد نزدیک محسوس ہوئی تو جائے نماز بچھاتا موقوف کر کے اسے دیکھا۔

"بول پتر..... کیا کہنا چاہتی ہے؟" ان کے پرشفقت لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ جو کسی قدر جھجک رہی تھی، بے اختیار پرسکون ہوئی۔

"آپ نے عبدالرافع کو جس مقصد کے لیے بلوایا ہے، اس قسم کی کوئی بات ان سے مت کیجیے گا پلیز۔"

"کیا ہوا بیٹا؟"

"ممانی جان مجھے جبر پسند نہیں اور پلیز میری عزت نفس کا کچھ تو خیال کریں۔"

"ٹھیک ہے، ہم شاہ میر....."

"ممانی جان اللہ کے واسطے۔ شاہو میرے لیے ہمیشہ بھائیوں کی طرح رہا ہے۔" وہ ایک دم روہانسی ہوئی تو ممانی بھی مخمصے میں پڑ گئیں۔

"اس مسئلے کا کوئی حل بھی تو نکالنا ہے ناں پتر۔"

"آپ اتنی خوف زدہ مت ہوں۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو ہم پولیس کی مدد لیں گے۔"

"وہ آدمی بہت خطرناک ہے پتر اور یہ پاکستان ہے۔ یہاں کے نظام کو انگلینڈ جیسا مت سمجھنا۔" ممانی کی بات پر اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ کسی بھی ایسی صورت حال میں آپ مجھے اسی آدمی کے سنگ رخصت کر دیجیے گا مگر مجھے زبردستی کسی پر بھی مسلط نہیں ہونا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی پلٹ کر بھاگ گئی۔ یہ دیکھے بغیر کہ نیم تاریک کمرے میں کچھ دیر قبل آنے والے عبدالرافع نے گو کہ اس کی پوری بات بھی نہیں سنی تھی تب بھی اس آخری فقرے سے ٹھٹک گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

عشاء کی نماز کے بعد بہت سادگی اور خاموشی سے چند قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں اس کا نکاح ہو گیا تھا گو کہ وہ اس وقت ممانی جان کو صاف انکار کر آئی تھی مگر محض چند گھنٹے بعد ماموں قاضی صاحب کے معیت میں اسے عبدالرافع کی زوجیت میں دینے کی رضا مندی حاصل کرنے آئے تو اس کی زبان پر تالے پڑ گئے۔ وہ

انکار کرنا بھی چاہتی تو اس حالت میں نہیں رہی تھی البتہ نکاح نامے پر دستخط کرنے سے قبل اس نے اپنے داہنے پہلو سے لگ کر بیٹھنے والی ممانی جان کوشا کی نگاہوں سے ضرور دیکھا تھا جن کا چہرہ اس کی آنسو بھری آنکھوں میں دھندلا کر رہ گیا تھا۔ نکاح کے ایجاب وقبول کے مراحل سے گزرتے وہ جن ہچکیوں اور سسکیوں پر قابو پاتی رہی تھی قاضی صاحب اور ماموں جان کے کمرے سے باہر جاتے ہی وہ بے اختیار ہوگئی تھی۔ ممانی جان نے اسے اپنی پرشفقت آغوش میں سمیٹ کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

"نا پتر نا..... ایسے موقع پر آنسو نہیں بہاتے۔ یہ تو خوشی کا ویلا ہے۔ اللہ تم دونوں کا نصیب اچھا کرے۔ سدا جوڑی سلامت رکھے۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔" کتنی دیر اسے ساتھ لگا کر تھپکتے ہوئے ڈھارس بندھاتی رہی پھر کچھ فاصلہ پر موجود ثانیہ کو مخاطب کیا۔

"ثانی پتر..... جا بہن کے لیے کچھ کھانے کو لا۔ صبح سے حواس باختہ بے چاری۔"

"بہن نہیں اماں بھر جائی کہیں۔ شکر ہے رب سوہنے کا، ہمارا ارمان تو پورا ہوا۔" ثانیہ کو ایسی نازک صورت حال میں بھی مذاق سوجھ رہا تھا۔ امن کے دل میں جیسے کسی نے بھالا اتار دیا تھا۔

"پتا نہیں کیسی ہوگی اب زندگی، مجبوری کا بندھن نبھانا اتنا آسان تھوڑی ہے۔ وہ تو انتقام ہی لیتا رہے گا مجھ سے۔" اس کا دل اپنی ہی سوچوں کے ساتھ گھبرانے لگا۔ ثانیہ کھانا لائی تو صبح کی بھوکی ہونے کے باوجود اس کے حلق سے ایک نوالا نہ اتر سکا۔ اس پر ثانیہ کے چٹکلے۔

"اکیلے نہیں کھایا جا رہا تو عبدالرافع کو بلاؤں؟" وہ شوخی سے آنکھیں نچا کر بولی تو امن نے ٹرے پرے دھکیلتے ہوئے عاجزی و بے بسی سے اسے دیکھا۔

"پلیز ثانیہ..... میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ اب سوؤں گی۔" ایک طرح سے اس نے جان چھڑانا چاہی تھی ورنہ نیند کس کافر کو آنا تھی۔

"ٹھیک ہے۔ آج آرام کرلو مگر کل تمہیں عبدالرافع کے ساتھ شہر جانا ہے۔" ثانیہ کی بات نے صحیح معنوں میں اسے چکرا کے رکھ دیا تھا۔

"یہ اماں ابا کا فیصلہ ہے، تمہیں یہاں رکھ کر وہ کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔" ثانیہ نے کہا تو امن کو شدید تاؤ آگیا۔

"کیا ہے وہ چوہدری، کوئی آسیب ہے جو مجھے چمٹ جائے گا؟ مجھے کسی کے خوف سے اپنا ٹھکانا چھوڑنا بالکل پسند نہیں۔ یہ تو سیدھی سیدھی بزدلی کا مظاہرہ ہوا۔"

"دیکھو یہ بزدلی نہیں احتیاط ہے۔ شریف لوگوں کے پاس سب سے قیمتی چیز ان کی عزت ہی ہوا کرتی ہے اور وہ اپنی عزت کو بچانے کی خاطر ہی سارے پاپڑ بیلتا ہے اور جہاں تک تمہارے ٹھکانے کی بات ہے تو واضح رہے۔ تمہارا اصل ٹھکانا وہی ہے یعنی عبدالرافع کا گھر۔" اسے ہونٹ بھینچتے دیکھ کر ثانیہ نے سنجیدگی چھوڑ کر شرارت کو لہجے میں دانستہ سمویا۔ امن کا چہرہ جانے کس جذبے سے سرخ ہوا، کچھ کہے بنا وہ سر جھکائے ہونٹ کاٹتی رہی۔ "خفا ہوگئی ہو؟" ثانیہ نے آہستگی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ امن نے یوں ہی کچھ کہے بغیر سر کو نفی میں جنبش دی مگر ثانیہ اس کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی نمی کو دیکھ چکی تھی۔ "میرا بھائی اتنا برا تو نہیں ہے امن کہ اس کا ساتھ تمہیں ملے تو تم یوں منہ لٹکا کر بیٹھ جاؤ۔"

"مجھے ہی سارے طعنے مت دو۔ کچھ خبر ادھر کی بھی لے لو۔ ظلم مجھ پر نہیں، درحقیقت ان پر ہوا ہے۔" وہ ضبط کھو کر پھٹ پڑی۔ ثانیہ نے گہرا ٹھنڈا سانس بھرا یوں جیسے ہار تسلیم کرلی ہو۔

❁.....❁.....❁

"فی امان اللہ..... جاؤ پتر، اپنا خیال رکھنا۔" ممانی نے باری باری دونوں کو گلے لگا کر پیشانی چومی۔ شاہ میر ان کے ساتھ ہی جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ لوگ بھی ٹیکسی میں جا رہے تھے۔ شاہ میر نے ہی امن کے بیگ اٹھا کر گاڑی کی ڈگی میں رکھے تھے۔

"بار بار یہاں چکر لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ جب ہم کہیں تب آنا۔ ہم خود یہاں سے اپنی دھی سے ملنے آتے رہیں گے۔"

"صرف دھی سے..... ہماری کوئی اہمیت نہیں اب؟" شاہ میر نے ایک مصنوعی شکایت کی اور ممانی جھینپ کر ہنسنے لگیں۔

"نئی بیاہی تو وہی ہے۔ اس کی زیادہ فکر ہے ناں ہمیں۔"

"صرف یہی کیوں اماں، یہ موصوف بھی نئے نئے اس حادثے کا شکار ہوئے ہیں۔" شاہ میر نے شرارت سے کہہ کر عبدالرافع کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔ ممانی دہل اٹھیں۔

"خدانخواستہ..... حادثہ کیوں؟ اللہ ان کی جھولیاں خوشیوں سے بھر دے، آمین۔"

"اچھا اماں اجازت۔" عبدالرافع نے کلائی کی گھڑی پر ایک بے چین سی نگاہ ڈال کر کہا۔ اسپتال کا وقت تو نکل گیا تھا۔ وہ کلینک سے چھٹی نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس کی عجلت کو شاہ میر نے اپنے ہی انداز میں لیا۔

"جی جی اماں..... دے دیں اجازت انہیں کچھ زیادہ ہی جلدی ہے۔" اس کا شوخ لہجہ معنی خیزی لیے ہوئے تھا۔ عبدالرافع کے چہرے پر خفیف سی سرخی چھا گئی، امن البتہ رخ پھیرے لاتعلق نظر آرہی تھی اور یہی لاتعلقی اس نے دوران سفر اپنے ہمراہ بیٹھے عبدالرافع سے برتی تھی حالانکہ شاہ میر سارے راستے چٹکلے چھوڑتا رہا تھا مگر جب عبدالرافع نے امن کے چہرے کو یونہی سپاٹ اور جامد پایا تو کسی قدر جھلا کر شاہ میر کو ٹوکا۔

"بس بھی کرو یار..... کیا فضول ہانکے جا رہے ہو۔"

"ہاں ہاں، میں سب جانتا ہوں۔ من میں تو لڈو پھوٹ رہے ہیں۔" شاہ میر کہاں باز آنے والوں میں سے تھا مگر جب ان کے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی رکی اور عبدالرافع گاڑی سے اترے بغیر شاہ میر کے استفسار پر اپنے کلینک جانے کا بتانے لگا تو امن کو بہت اچھی طرح یقین آگیا کہ اس کے من میں واقعی لڈو نہیں پھوٹ رہے تھے۔ وہ چپ چاپ شاہ میر کے ساتھ گاڑی سے اتر آئی تھی۔

❁.....❁.....❁

چھوٹا سا مگر خوب صورت پرآسائش اور ہوا دار اپارٹمنٹ تھا مگر چونکہ عورت کے وجود سے محروم تھا جبھی بے ترتیب اور گرد آلود تھا۔ امن نے پورے گھر کا جائزہ لیا اور بیٹھنے کے بجائے کام میں جت گئی۔ شاہ میر تو ریموٹ سنبھالے ٹی وی کے آگے بیٹھ گیا تھا جبکہ امن نے پہلے صفائی کا کام سنبھالا پھر کچن میں چلی آئی، پہلے فریج کھول کر جائزہ لیا تو تقریباً ہر چیز موجود تھی۔ ڈبل روٹی، انڈے، گوشت، قیمہ، سبزیاں وغیرہ۔ اس نے سینڈوچ کے ساتھ جب تک چائے تیار کی اتنی دیر میں کچن کی صفائی بھی ہوگئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ ٹرے اٹھا کر شاہ میر تک آتی، وہ خود بھوک کی شدت سے بے تاب ہوتا کچن میں چلا آیا تھا۔

"حیرت انگیز بھابی..... آپ تو اچھی خاصی سگھڑ ہیں۔" اس کی ستائشی نگاہیں چمچماتے گھر اور خوشبو اڑاتی ٹرے پر تھیں۔ وہ کیا کہتی محض مسکرا دی۔

"رات کے کھانے میں کیا پکاؤں؟" وہ اپنا مگ اٹھا چکی تھی۔ سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ارے رہنے دیں۔ کیوں میری شامت بلوائیں گی عبدالرافع سے۔ آپ فریش ہو کر آرام کریں۔ اب میں کھانا پکا لوں گا۔ فکر نہ کریں میں بہت اچھا باورچی ہوں، یقین کریں۔"

"ارے....." وہ ذرا سا ہنسی پھر سر کو نفی میں ہلایا۔

"اب یہ آپ کا نہیں، میرا شعبہ ہے شاہ بھائی۔"

"مگر آج.....؟" وہ ہچکچایا۔

"آج کیا ہے؟" اس نے بے نیازی سے کہا اور اس کے اصرار کے باوجود امن نے کھانا خود ہی تیار کیا۔ شاہ میر نے البتہ اس کی مدد ضرور کردی تھی۔ جس وقت عبدالرافع لوٹا وہ تمام کام سے فراغت کے بعد نہانے گھسی ہوئی تھی۔

عبدالرافع کے لیے چائے شاہ میر نے بنائی جو کسی قدر حیران نگاہوں سے پورے اپارٹمنٹ کو گھوم پھر کر دیکھ رہا تھا۔ امن نے ہلکی پھلکی سیٹنگ بھی تبدیل کر دی تھی جس سے کمرے کشادہ اور نئے نئے سے لگنے لگے تھے۔

"سارا آپ کی بیگم صاحبہ کا کمال ہے۔" شاہ میر کے بتانے پر عبدالرافع چونکا پھر کوئی تبصرہ کیے بغیر اس کے ہاتھ سے چائے کا مگ لے لیا اور شاہ میر اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

شاہ میر یقیناً تھکا ہوا تھا' کھانا کھاتے ہی سو گیا تھا۔ امن نے پہلے میز سمیٹی، برتن دھوئے پھر کمرے میں جانے کے بجائے ٹی وی لاؤنج میں آن بیٹھی اور دھیمی آواز میں ٹی وی آن کر لیا۔ اسے بیٹھے ہوئے بہ مشکل پندرہ منٹ ہوئے تھے جب بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور عبدالرافع ٹی وی لاؤنج میں آیا۔ امن کا دل دھڑکا مگر اس نے دانستہ نظر انداز کر دیا تھا۔

"سونے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"سو جاؤں گی' جب نیند آئے گی۔" امن نے یوں ہی نظریں چرائے آہستگی سے کہا۔

"مگر مجھے تو نیند آ رہی ہے۔" عبدالرافع نے اپنی بات پر زور دیا تو امن نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ اس سے قبل کہ کچھ سمجھتی عبدالرافع نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا پھر ریموٹ کی مدد سے ٹی وی بند کیا اور بیڈ روم میں آ گیا۔ وہ بھی کسی معمول کی طرح اس کے ساتھ تھی۔

"ابھی تک خفا ہو؟"

"میں کیوں خفا ہوں گی؟" عبدالرافع نے بیڈ پر بٹھا کر اس کے مقابل نشست سنبھالی تب وہ چونکی۔ کچھ نخوت سے جواب دیا۔

"پھر کمرے میں کیوں نہیں آ رہی تھیں؟" عبدالرافع نے مسکراہٹ ضبط کر کے سوال کیا۔

"زبردستی کے اس بندھن کو وہیں تک رہنے دیں۔ مجبوری کے رشتے پائیدار نہیں ہوتے۔"

"بالکل..... مگر واضح رہے یہ مجبوری کے رشتے نہیں۔"

"میں اپنی نہیں آپ کی بات کر رہی ہوں۔ سمجھے آپ۔" وہ کلس کر بولی تو عبدالرافع کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"میں بھی اپنی بات کر رہا ہوں تمہاری نہیں۔ تم نے سوچا نہیں' میں نے اس لڑکی سے شادی سے انکار کیوں کیا، میں نے ان تین سالوں تک شادی کیوں نہیں کی، میں نے تمہیں اتنی آسانی سے اپنی زندگی میں شامل کیوں کر لیا؟ مجھے مجبور کرنے والا تو کوئی پیدا ہی نہیں ہوا پھر یہ مجبوری کا بندھن قائم کیسے ہو سکتا تھا؟"

"آپ اس قسم کی باتوں سے مجھے فریب نہیں دے سکتے۔ جتنی نفرت اور بے زاری ہے آپ کو مجھ سے، میں جانتی ہوں۔" اپنی بات کے اختتام تک وہ کسی طرح بھی آنکھوں میں آنسو آنے سے نہیں روک سکی۔ عبدالرافع نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام لیا۔

"پاگل ہو بالکل..... اتنا دکھی کیا تھا مجھے۔ کتنا رسوا اور ذلیل کیا تھا تم نے..... اس کا تھوڑا سا بدلہ چکانا تو میرا حق تھا ناں، ذرا سی بے زاری اور نفرت کا مظاہرہ کر کے ہی سہی۔ اتنی سی خطا تو قابل معافی ہونی چاہیے جناب، قسم سے میں تو چوہدری صاحب کا مشکور ہوتا نہیں تھکتا جن کی وجہ سے یہ ڈرامائی صورت حال پیدا ہوئی اور میرا یہ بن باس کٹا ورنہ پتا نہیں کب تک.....؟" اور وہ اتنا حیران ہوئی کہ بے اختیار اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ گریز کے موسم گزر گئے تھے۔ اس سے بڑھ کر بھلا کیا کوئی طمانیت کا احساس ہوتا اس کے لیے۔

❁

Nadia Majid

www.naeyufaq.com